یہ کہ ان کا اندازہ تھا کہ "جہاد کا اعلان ہوتے ہی مسلمان ان کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے ان کے پاس جمع ہو جائیں گے"۔ وغیرہ وغیرہ

اس سلسلے میں پروفیسر موصوف کا ایک اقتباس خود اس کے اقوال کی تردید کرتا ہے وہ لکھتے ہیں۔ "شاہ ولی اللہ کی طرح سید احمد شہید پر یہ بات بالکل واضح تھی ...... محض عقیدت مندوں کو اپنے ارد گرد جمع کرنے سے کچھ زیادہ کرنے کی ضرورت ہے۔ اس وقت تک احیائے اسلام کی کوششیں کامیاب نہیں ہو سکتیں، جب تک ایک صحت مند سیاسی اور معاشی ماحول وجود میں نہیں آتا"۔ ظاہر ہے جس مصلح کے سامنے سیاسی اور معاشرتی ماحول کو بدلنے کا پروگرام ہو وہ محض چند جنگوں کو اپنا مقصود بالذات نہیں سمجھیں گے۔ فاضل مضمون نگار کو چاہیئے تھا کہ وہ سید صاحب کے "جہاد" کو آپ کی اس اصلاحی اسلامی دعوت کے ضمن میں دیکھتے اور ان تمام اثرات کا جائزہ لیتے، جو سید صاحب کی اصلاحی تحریک کے سلسلے میں مترتب ہوئے۔ پھر پروفیسر ایبٹ کا فرض تھا کہ وہ اس تحریک کو جو خالص دینی تھی، ان تحریکوں سے جو وطن پرستانہ اور طبقاتی انقلابی ہوتی ہیں، الگ سمجھ کر بحث کرتے۔ اول الذکر قسم کی تحریکیں بنی نوع انسان کی عمومی فلاح و بہبود کے لئے ہوتی ہیں۔ اور ان کے پیش نظر بذاتہ سیاسی اقتدار نہیں ہوتا اس کے برعکس دوسری قسم کی تحریکیں ایک خاص خطۂ ارض کو زیر تسلط لائے یا ایک مخصوص طبقے کی حکومت کے قیام کے لئے بروئے کار آتی ہیں۔ چنانچہ ان کا طرز تخاطب اور طریقۂ کار الگ الگ ہوتا ہے

مضمون نگار نے سید احمد شہید کی تحریک جہاد کو یورپ کی کلیسائی جنگوں کی نظر سے دیکھا ہے، جو کہ کسی ایک کلیسا (چرچ) کے اقتدار کے لئے لڑی جاتی رہی ہیں۔ حالانکہ سید صاحب کے جہاد کو اس قسم کے کسی مذہبی نظام سے، جس کی حیثیت کلیسائی نظام کی ہوتی تعلق نہ تھا۔ ان کی تمام تر جد و جہد اعلائے کلمۃ الحق کے لئے تھی۔ اس میں شک نہیں کہ اسلامی جہاد محض ایک تجریدی شے نہیں اور یہ خلا میں ظہور پذیر نہیں ہوتا۔ بے شک ایک خاص جماعت اس کی حامل ہوتی ہے۔ اور لازماً اس کے حالات، خیالات اور مزاج کا اس پر اثر پڑتا ہے۔ لیکن سید صاحب کی جو جہاد کی تحریک تھی، اس کے سامنے کسی مذہبی طبقے کے

اقتدار کو بحال کرنا نہ تھا۔ بلکہ وہ تو صرف دین اسلام کو اس کی حقیقی شکل میں نافذ کرنا چاہتے تھے مضمون نگار نے سید صاحب کی دعوت کا تجزیہ کرتے ہوئے یہ غلطی کی ہے کہ اسے انہوں نے اپنے سیاق و سباق سے الگ کر دیا۔ وہ اس کا مقابلہ پوپ پائیس پنجم سے کرنے لگے، اور اسی وجہ سے وہ اس بارے میں غلط نتائج پر پہنچے۔

پوپ پائیس پنجم کی تحریک یورپ کے ایک مخصوص کلیسائی گروہ کے اقتدار کو بحال کرنے کے لئے تھی جو تخت انگلستان پر ایک کیتھولک فرقے کے فرمانروا کو بٹھانا چاہتی تھی وہ دراصل ایک سیاسی جدوجہد تھی، جس میں مذہب سے کام لیا گیا۔ اس تحریک کو رجعت پسند جاگیرداروں کی حمایت حاصل تھی۔ اس کے خلاف انگلستان کا ابھرتا ہوا تاجروں کا طبقہ تھا جو روم کے پاپائی اقتدار کے خلاف تھا۔ اور اسے عیسائیت کے اصلاح پسند گروہ کی حمایت حاصل تھی۔ پروفیسر ایبٹ نے اپنے مضمون میں یہ لکھا ہے کہ سید احمد شہید کا جہاد شروع سے آخر تک ایک مقصد کے لئے تھا۔ انہوں نے اپنی کامیابی کے انتہائی عروج میں اپنی امامت قائم کی جو جہاد جاری رکھنے کی ایک مرکزی تنظیم تھی۔ اگرچہ سید صاحب کو امام مان لیا گیا، لیکن کسی بھی سردار نے اپنا کوئی اختیار سید صاحب کے حوالے نہیں کیا۔ اس طرح جہاد کی یہ مہم بے ترتیب ہی رہی۔ ایک وقت ایسا بھی آیا کہ انہوں نے اپنے گرد ۸ ہزار کا لشکر جمع کر لیا۔ لیکن وہ کبھی بھی قبائلیوں کی، جن پر ان کا انحصار تھا، پوری طرح وفاداری حاصل نہ کر پائے۔ انہوں نے سید صاحب کو زہر دے دیا۔"

مضمون نگار نے اس پیرے میں سید صاحب کے مختلف دور کے واقعات کو یکجا کر کے نہایت ہی غلط تاثر پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ اولاً امامت کے قیام کے دور اور حکومت موقتہ کے دور میں سید صاحب نے الگ الگ طریقے اختیار کئے۔ امامت کے دور میں سید صاحب نے سرداران علاقہ سے جہاد، اصلاح نفس اور ترک عادات غیر اسلامی کی بیعت لی اور جب یہ بیعت مکمل ہو گئی تو پھر حکومت کے قیام کا دور آیا۔ اسے ایک عبوری حکومت کا قیام کہنا چاہیئے۔ اس میں سرداران علاقہ نے اپنے اختیار بحال رکھ کر ایک مرکز کے تحت جمع ہونا قبول کیا۔ سید صاحب کو امام اور امیر مانا۔ اور رضاکارانہ طور

پر زکاۃ دینا منظور کیا۔ سید صاحب نے کسی سردار سے اس کے حدود اختیارات محدود کرنے کا مطالبہ نہیں کیا البتہ جب سرداران علاقہ پر غیر اسلامی رسم و رواج ترک کرنے کے لئے زور دیا تو اس وقت اس تحریک کو لوگوں نے اپنے "دین" یعنی اپنے رواجی دین کے خلاف سمجھا۔ مقامی ملاؤں نے جو پہلے ہی سکھوں سے ساز باز کر چکے تھے، کیونکہ سید صاحب کی حکومت کے قیام سے ان کے اختیارات پر زد پڑتی تھی، علانیہ اس کی مخالفت کی اور اس تحریک کو خلاف شرع بتایا۔ پھر نکاح بیوگاں کے سلسلہ میں جو اقدام حکومت موقتہ نے کئے، سرداران علاقہ نے انہیں اپنے رسوم کے خلاف قرار دیا۔ ادھر سید صاحب کے گروہ میں سے بعض افراد نے ان اصلاحات پر زور دے کر ایک طرف سرداران علاقہ اور مقامی آبادی اور دوسری طرف سید صاحب کی حکومت موقتہ میں خلیج پیدا کر دی جا بجا مناظروں نے اس آگ پر تیل کا کام کیا پہلے سید صاحب کو زہر دیا گیا پھر ان کے خلاف بغاوت کرائی گئی اور سکھ فوج نے باغی سرداروں کی حمایت کی یہ جدوجہد کافی عرصہ جاری رہی مضمون نگار اس سب کو یکجا کر کے غلط تاثر دینے کی کوشش کی ہے۔

اب اگر سید صاحب کا مقصد ایک دنیادی حکومت ہی کا قیام ہوتا، تو وہ تو قائم کر ہی چکے تھے لیکن سید صاحب کے سامنے اس سے کہیں بلند تر مقصد تھا۔ وہ اسلام کا احیا اور توحید و سنت پر مبنی نظام کا قیام چاہتے تھے اور اسی وجہ سے سرداران علاقہ اور ان میں منازعات کا دروازہ کھلا اور بعد کے افسوسناک حادثات رونما ہوئے اس میں شک نہیں کہ سید صاحب نے مسلمانوں کو قرن اوّل کی طرف رجوع کرنے کی دعوت دی لیکن یہ اس وقت کے عرب کے مخصوص سماج کی طرف رجوع کی دعوت نہ تھی، بلکہ ان اخلاق عالیہ کو اپنانے کی دعوت تھی جن کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہ حامل تھے۔ اسی لئے اس تحریک کا کسی دنیادار لیڈر کی تحریک سے مقابلہ کرنا صریحاً ناانصافی ہے۔ بالاکوٹ میں جو کچھ ہوا اور جس طرح چند سو مجاہدین نے اللہ کی راہ میں جہاد کر کے شہید ہونا قبول کیا، اس سے پتہ چلتا ہے کہ ان پاک باز افراد کا مقصد کسی دنیادی مقام کا حصول نہ تھا۔ ان کے سامنے ایک بلند مقصد تھا۔ یہ لوگ اللہ کے لئے جئے اور اسی کی راہ میں انہوں نے جانیں دیں۔

عمر فاروق خاں

ملک پور۔ مانسہرہ

سہ ماہی دعوۃ الحق عربی

دار العلوم دیوبند، ملت کا وہ عظیم الشان مذہبی، علمی اور ثقافتی مرکز ہے جس پر برصغیر کے مسلمانوں کو بجا طور پر ناز ہے۔
مدت سے اس بات کی ضرورت محسوس کی جا رہی تھی کہ اس مرکز کی آواز عالم اسلام تک پہنچائی جائے۔ اور اس کے فکر و مسلک کو اس کی اپنی روایات کی روشنی میں عرب ممالک سے متعارف کرایا جائے۔
چنانچہ ہند و عرب کے ترقی پذیر روابط، علماء مصر و شام کے مسلسل اصرار اور فضلائے دیوبند کی قدیم خواہش کے پیش نظر "دعوۃ الحق" کے نام سے ایک سہ ماہی مجلے کا اجراء کیا گیا ہے۔ جس میں اکابر دیوبند کے علوم اور ان کی تحقیقات عربی قالب میں پیش کی جائیگی۔ نیز وقت کے اہم موضوعات پر بصیرت افروز مضامین کے علاوہ دنیائے اسلام کے ممتاز اہل قلم کے علمی، دینی مقالات بھی شامل اشاعت ہوں گے۔
شوال ۸۴ھ میں پہلا شمارہ منظر عام پر آچکا ہے۔ جس نے اپنی طرز کتابت حسن طباعت، ترتیب مضامین اور جاذب نظر سرورق کی بنا پر ملک کے ارباب علم اور اہل نظر سے خراج تحسین حاصل کیا ہے۔
سال کے چار شماروں کے لئے مبلغ چار روپیہ اس پتہ پر ارسال فرمائیں

مینیجر مجلہ دعوۃ الحق دار العلوم دیوبند